مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ختمِ نبوّت

ہفت روزہ

کراچی

انبیاء

جس طرح سیرت اور

معنی کے لحاظ سے سب سے

بڑھ کر ہوتے ہیں اسی طرح صورت

اور ظاہر میں بھی خوب تر اور

پسندیدہ تر ہوتے ہیں

حافظ تورپشتی رح

جلد ۲

۱۸ تا ۲۴ مئی ۸۴ء مطابق ۱۶ تا ۲۲ شعبان ۱۴۰۴ھ

شمارہ ۴۸

خصائل نبوی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح

اور دل لگی کے بیان میں

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ امام نووی رح نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب کا بن جائے یا اللہ جل شانہٗ کے ذکر اور فکر سے روک دے یا ایذائے مسلم کا سبب بن جائے یا وقار اور ہیبت گرا دے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایۂ فخر و ناز تھی ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں

خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک آپؐ کا رعب پہنچتا تھا اس لیے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل بن جاتا اور استفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے رہیں وہ قصداً تبسم اور مزاح سے گریز کرتے اور ان کے جملہ خدام کے لیے بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا حق تعالیٰ جل شانہٗ بے نہایت درود و سلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئے۔ سفیان بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انہوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔

۱ حدثنا محمود بن غیلان انبانا ابو اسامۃ عن شریک عن عاصم الاحول عن انس بن مالک قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہٗ یا ذا الاذنین قال محمود قال ابو اسامۃ یعنی یمازحہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً یاذاالاذنین فرمایا (او دو کان والے)

باقی صلا ۲۳ پر ملاحظہ فرماویں

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

شمارہ نمبر

جلد نمبر

ختم نبوت

فہرست

۱	خصائل نبوی حضرت شیخ الحدیث رح	۲
۲	آپ کے مسائل مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۴
۳	ابتدائیہ عبدالرحمٰن یعقوب باوا	۵
۴	شریعت محمدیہ میں مرتد کی سزا مولانا عبدالشکور	۶
۵	شب برأت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۱۶

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب
دامت برکاتہم سجادہ نشین
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

ڈیڑھ روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۶۰ روپے
ششماہی ــــ ۳۵ روپے
سہ ماہی ــــ ۲۰ روپے

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمٰن
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

شعبۂ کتابت

محمد عبدالستار واحدی
حافظ گلزار احمد

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ دوبئی اردن اور شام	۲۲۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۳۱۰ روپے
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپے

ناشر

عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: ۲۰/A ساشرہ مینشن
ایم۔ اے جناح روڈ۔ کراچی۔

ضبط و ترتیب منظور احمد الحسینی

آپ کے مسائل

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

جی۔پی فنڈ کا مسئلہ — ایک صاحب راولپنڈی

س :۔ قرآن مجید کی طباعت کے لئے ایک معتدبہ رقم ایک صاحب نے کسی کو دی اس نے وہ رقم بنک میں جمع کر دی تاکہ وقتاً فوقتاً اس میں حسب ضرورت طباعت کے سلسلے میں تھوڑی تھوڑی رقم نکال کر خرچ کی جائے اب دو صورتیں سامنے آئیں (۱) کہ سال دو سال تک وہ رقم ویسی کی ویسی بنک میں پڑی رہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کام سست رفتاری سے ہوتا رہا اور کافی رقم سال گذرنے کے بعد بھی جمع رہی اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی یا نہیں۔

ج :۔ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س :۔ حکومت کی تنخواہ سے پوری ملازمت کے دوران ایک رقم جو پی فنڈ کے نام سے منہا ہوتی ہے ملازمت کے دوران ملازم کو کبھی اس میں سے بطور قرض کچھ رقم نکالنا پڑتی ہے۔ جو مع سود اس کی تنخواہ سے مجرا ہوتی رہتی ہے۔ اختتام ملازمت پر جب وہ اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوتا ہے تو اس کو وہ سب جمع شدہ رقم لوٹا دی جاتی ہے اس رقم میں اصل کے علاوہ سود کی رقم بھی شامل ہوتی ہے سوال یہ ہے جبکہ سال بہ سال اس رقم میں برابر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ تو وہ ملازم اب سود کی رقم اس میں سے کیسے خارج کرے اور زکوٰۃ کیسے ادا کرے

ج :۔ اس جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں جب وصول ہو جائے گی اور سال گذر جائے گا۔ تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور سود کے نام سے جو زائد رقم دی جاتی ہے وہ سود نہیں. اس لئے اس کا لینا جائز ہے۔

س :۔ ایمان مجمل کے شروع میں فقرہ ہے آمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ سوال یہ ہے کہ رب العزت کا اسم ذاتی تو صرف ایک لفظ اللہ ہے. تو صفات خود عطف کے بعد موجود ہیں۔

ج :۔ صفات کو عطف تفسیری کہا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسماء سے اسماء صفات مراد ہوں اور صفات سے ان کے مصادیق۔

س :۔ حضرت فاطمہ رضؓ کو غسل کس نے دیا۔

ج :۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل کی تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ ان کو حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ نے غسل دیا دوم یہ کہ حضرت علی رضؓ نے دیا سوم یہ کہ انہوں نے وفات سے پہلے غسل کر کے خوشبو لگالی تھی۔ اور وصیت کر دی تھی. کہ ان کا بدن نہ کھولا جائے۔ نہ اُن کو غسل دیا جائے۔ لیکن یہ روایت قرین قیاس نہیں. راجح یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ نے غسل دیا اور حضرت علیؓ پانی ڈالنے میں مدد کر رہے ہوں گے اگر حضرت علیؓ نے ہی غسل دیا ہو تو یہ حضرت فاطمہ رضؓ کی خصوصیت ہوگی ورنہ عام قاعدہ کے لحاظ سے بیوی کے مرنے پر شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا البتہ شوہر کے مرنے پر بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے۔

کمپنی کی طرف سے حج کرنا : سائل نفیع الدین کراچی

س :۔ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ ہماری کارپوریشن (KESC) نے امسال سے چار افراد کو حج پر

باقی صفحہ ۲۳ پر

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام

علی من لا نبی بعدہ

قادیانی غنڈوں کو گرفتار کیا جائے

"ربوہ ۲۸ اپریل (خصوصی رپورٹ احمد کمال نظامی) قادیانیوں کے بارے میں آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد نمائندہ خصوصی "نوائے وقت" نے ربوہ میں قادیانیوں اور مسلمانوں کی رائے معلوم کرنے کے لیے آج خصوصی دورہ کیا تو وہاں قادیانیوں کو خوف و ہراس میں مبتلا پایا۔ ربوہ میں قادیانیوں کی ۴۶ عبادت گاہیں ہیں جن پر کل رات مسجد کا لفظ مٹا دیا گیا تھا۔ البتہ سب سے بڑی عبادت گاہ پر بدستور "مسجد اقصیٰ" کا لفظ اور آیات درج ہیں اور اس عبادت گاہ پر نیم فوجی خدام الاحمدیہ اور الفرقان بٹالین کے مسلح رضا کاروں کا پہرہ تھا اور کچھ رضا کار اردگرد کی جھاڑیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ ہماری گاڑی وہاں گئی تو سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک سٹین گن سے مسلح ایک نوجوان دور سے بھاگ کر آتا دکھائی دیا اور اس نے للکارا کہ پکڑا جانے نہ پائے جس پر قریبی جھاڑیوں سے پچاس کے قریب قادیانی رضا کار برآمد ہوئے جو لاٹھیوں اور آتشیں اسلحہ سے لیس تھے!"

(نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء)

حضرت امیر شریعت رح سے لے کر آج تک ہمارے اکابر یہ کہتے چلے آرہے ہیں۔ کہ ربوہ میں اسلحہ موجود ہے۔ اس خبر سے ہمارے اکابر کی بات سچی ہوگئی ہے۔ مندرجہ بالا خبر ۲۹ اپریل کو اخبارات میں چھپی ہے۔ اب جبکہ کافی دن ہوچکے ہیں۔ اس خبر پر کسی قسم کا پولیس ردعمل منظر عام نہیں آیا حالانکہ ہونا تو چاہیے تھا کہ جیسے ہی پولیس کو یہ مسلح نوجوان نظر آنے تھے موقع پر ہی گرفتار کیا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا اس میں پولیس کی کیا مجبوری تھی؟ جبکہ عام حالات میں پولیس مشتبہ لوگوں کو حراست میں لے کر ان سے اسلحہ جات برآمد کرتی ہے۔ اسلحہ جات کی برآمدگی کے لیے ان کے گھروں پر چھاپہ مارتی ہے۔ ان کے خلاف مقدمات قائم کرتی ہے۔ اور اگر حکومت چاہتی ہے تو لائسنس یافتہ اسلحہ جات بھی لوگوں کو تھانے میں جمع کرانے کا حکم نافذ کرا دیتی ہے۔ مگر مقام حیرت ہے کہ قادیانی غنڈے ربوہ میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ یہاں تک پولیس افسران کو بھی آنکھیں دکھاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود تاحال کاروائی نہیں ہوئی ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ان قادیانی مسلح غنڈوں کو فوراً گرفتار کیا جائے۔ ربوہ اور پاکستان بھر کے دیگر قادیانی گھروں اور اڈوں کی تلاشی لی جائے علاوہ ازیں جن قادیانیوں کو بذریعہ لائسنس اسلحہ دیا گیا ہے۔ ان کے لائسنس منسوخ کرکے ان کا اسلحہ ضبط کیا جائے۔

شریعت محمدیہ میں
مرتد کی سزا

مولانا عبدالشکور کشمیری مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

گذشتہ دنوں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر قادیانی نے اپنی جماعت کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جہاں پوری امت مسلمہ کے متفقہ فیصلے کے خلاف اپنے ٹولہ کو مسلمان کہا وہاں ساتھ ہی برملا اس کا اظہار بھی کیا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے چونکہ پوری امت کے نزدیک قادیانی ٹولہ کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے اس لئے مرزا طاہر کا کہنا اس کا اپنا دین تو ہو سکتا ہے لیکن امت مسلمہ کا عقیدہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی مسلمان اس کے بیان سے اس میں کسی قسم کا شبہ کر سکتا ہے کیونکہ قادیانیوں کا کفر بالکل اسی طرح واضح ہے جس طرح دن کو سورج کا طلوع ہونا لیکن ممکن ہے کہ کسی سادہ لوح مسلمان کے دل میں اس بارے میں شبہ پیدا ہوا ہو اس لئے زیر نظر مضمون میں مرتد کی شرعی سزا کی وضاحت قرآن و حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ارتداد کے معنی

ارتداد لغت میں لوٹنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں ارتداد اسلام کو چھوڑ دینے اور دین سے پھر جانے کو کہتے ہیں۔

ارتداد کے دو ارکان ہیں۔ ایک رجوع عن الاسلام دوسرے بدنیتی۔ رجوع عن الاسلام تین طریقوں سے ہو سکتا ہے (۱) عملاً (۲) قولاً (۳) اعتقاداً۔ عملاً سے مراد ایسے اعمال کا ارتکاب کرنا جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہو اور یہ خیال کرنا کہ وہ حلال ہیں۔ مقصود دینی احکام کا استہزاء اور اقرار دینی کا استخفاف ہو یا دل میں دین سے عناد ہو اور اس کا اظہار حرام کام کے ارتکاب سے کرے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا وغیرہ یا نماز روزہ وغیرہ کا انکار۔

(۲) قولاً: کلمہ کفر کہنے اور اس پر اصرار کرنے سے بھی آدمی مرتد ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کرنا یا اس کی وحدانیت کا انکار کرنا۔ کسی اور کو الوہیت میں شریک کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا یا بیوی ثابت کرنا نبوت کا دعویٰ کرنا یا ختم نبوت کا انکار کرنا یا مدعی نبوت کو صالح یا مصلح ماننا (جیسا کہ لاہوری قادیانی مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں) یا انبیاء میں سے کسی نبی کی نبوت کا انکار کرنا وغیرہ ذلک

بحرالرائق ج ۵ ص ۱۲۹

(۳) اعتقاداً: ایسے عقائد اختیار کرنے سے جو اسلامی عقائد کے منافی ہوں آدمی مرتد ہو جاتا ہے جیسا کہ عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھنا یا یہ عقیدہ رکھنا یا یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن منزل من اللہ نہیں۔

رکن دوم۔ بدنیتی: جرم کے وجود کے لئے ضروری ہے کہ مجرم عمداً کلمہ کفر کہے یا عملاً کفر

کا ارتکاب کرے تو ایسا شخص شرعاً مرتد نہیں ہوگا اسی طرح کوئی شخص کسی کے کہے ہوئے کلمہ کفر کو نقل کرے اور خود اس کا معتقد نہ ہو تو وہ بھی مرتد نہ ہوگا۔

غرضیکہ کلمہ کفر کہنے یا عمل کفر کا ارتکاب کرنے میں نیت ہونا ضروری ہے۔ یہ اصحاب ظاہر کا مذہب ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عمداً فعل کفر یا کلمہ کفر کہنے سے آدمی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے خواہ اس کی نیت مرتد ہونے کی ہو یا نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ ارتداد کی صورت ایک یہ ہے کہ کوئی کم بخت صاف طور پر تبدیل مذہب کرکے اسلام سے پھر جائے جیسے عیسائی، یہودی، آریہ سماجی وغیرہ مذہب اختیار کرے یا خداوند کی توحید کا منکر ہو جائے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر دے۔ دوسرے یہ کہ اس طرح صاف طور پر تو تبدیل مذہب نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکار قرآن مجید یا انکار رسالتؐ کے مترادف و ہم معنی ہوں مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری و قطعی کلمہ کا انکار کر دے جس کا ثبوت قرآن کریم کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو، یہ صورت بھی اجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگرچہ اس ایک حکم کے سوا باقی تمام احکام اسلامیہ پر شدت کے ساتھ پابند ہو۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ایمان کی تعریف وضاحت کے ساتھ کر دی جائے۔ ایمان کی تعریف معروف و مشہور ہے۔ جس کے اہم جز دو ہیں۔ ایک اللہ پاک پر ایمان لانا دوسرے اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لیکن جس طرح اللہ پاک پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ علم سمع بصر قوت وغیرہ کو اسی شان کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن و حدیث میں بتلائی گئی ہیں ورنہ یوں تو ہر مذہب و ملت کا آدمی خدا کے وجود و صفات کو ماننا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ کے وجود کو مان لے کہ آپ مکہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی اتنی عمر پائی وغیرہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی حقیقت وہ ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

قسم ہے آپ کے رب کی کہ یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے تمام نزاعات و اختلافات میں حَکَم نہ بنا دیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرمائیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو پوری طرح تسلیم نہ کریں۔ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل فرمائی ہے حضرت جعفر صادقؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے مگر پھر کسی ایسے فعل کو جس کا ذکر حضورؐ سے ثابت ہو یوں کہے کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا اس کے خلاف کیوں نہ کیا اور اس کے ماننے سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرکین میں سے ہے۔

(روح المعانی ص ۶۵/۵۲)

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ کے تمام احکام کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی پس و پیش یا تردد نہ کیا جائے۔ ایمان کی اس تعریف سے ارتداد کی تعریف خود بخود معلوم ہو گئی کہ جس چیز کے ماننے کا نام ایمان ہے اسی کے ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر و ارتداد ہے۔ یہاں تک مرتد کی تعریف واضح ہو گئی چونکہ مضمون میں صرف مرتد کی شرعی سزا کا ذکر کرنا مقصود ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ مرتد ہو جائے تو شریعت اسلامی میں اس کی کیا سزا ہے۔ اس لئے ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام

اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے اور پوری اُمت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ اور شریعت اسلامی کا پورا ذخیرہ کتب احادیث و تفاسیر و تاریخ اس پر شاہد ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اس مسئلہ میں کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد ہر صدی کے علماء شریعت اسلام کی تصریحات کتابوں میں موجود ہیں۔ دورِ نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلے میں ایک ہی حکم مسلسل و متواتر چلا آرہا ہے اور کہیں اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید مرتد کی سزا قتل نہ ہو۔

ذیل میں قرآن، حدیث اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات مرتد کی سزا کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) قرآن کریم سے استدلال

یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلالت کرتی ہیں لیکن ایک واقعہ جماعت مرتدین کے بحکم خدا قتل کئے جانے کا ایسی تصریح اور ایضاح کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اس میں تاویل کی ذرا بھی گنجائش نہیں نہ وہاں محاربہ ہے نہ قطع طریق نہ کوئی دوسرا جرم صرف ارتداد اور تنہا ارتداد ہی وہ جرم ہے جس پر حق تعالیٰ نے ان کو بے دریغ قتل کرنیکا حکم دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو جب خدا تعالیٰ نے فرعون کی غلامی سے نجات دی اور فرعونیوں کی دولت کا مالک بنا دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ٹھہرے ہوئے وعدے کے مطابق حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر کوہ طور پر تشریف لے گئے جہاں آپ نے چالیس راتیں خدا کی عبادت و لذت مناجات میں گذاریں اور توراۃ شریف آپ کو عطا کی گئی۔ ادھر تو یہ ہو رہا تھا ادھر ساری فتنہ پردازی نے بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت کو راہِ حق سے ہٹا دیا اور اس جماعت نے ایک بچھڑے کی عبادت کرنا شروع کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی جانشینی کا حق ادا کیا اور اس کفر و ارتداد سے باز آجانے کی ہدایت کی لیکن وہ اس مرتدانہ حرکت پر جمے رہے اور بجائے توبہ کے یہ کہا کہ ہم برابر اپنے اس فعل پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ خود موسیٰ ہماری طرف واپس آئیں۔ یہ سب ہوا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان مرتدین کی نسبت خدا کا فیصلہ کیا رہا جنھوں نے موسیٰ کے پیچھے گوسالہ پرستی اختیار کر لی تھی تو دنیا میں تو ان کے لئے خدا کا فیصلہ یہ تھا۔ "جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ضرور ان کو دنیا میں ذلت اور خدا کا غضب پہنچ کر رہے گا اور مفترین کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔" اس غضب و ذلت کے اظہار کی صورت عباد عجل کے حق میں یہ تجویز ہوئی جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ "اے قوم بنی اسرائیل تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اب خدا کی طرف رجوع کرو۔ پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو" اس حکم کا نتیجہ جیسا کہ روایات میں ہے یہ ہوا کہ کئی ہزار آدمی جرم ارتداد میں خدا کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قتل کئے گئے اور صورت یہ ہوئی کہ قوم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اس عزیز قریب کو جس نے گوسالہ پرستی کی تھی، اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ قاتلین کا اپنے عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا یہ اس کی سزا تھی کہ انہوں نے اپنے آدمیوں کو ارتداد سے روکنے میں کیوں تساہل کیا۔

خلاصہ یہ کہ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مرتدین کی ایک جماعت کو جس کی تعداد ہزاروں سے کم نہ تھی۔ حق تعالیٰ نے محض ارتداد کے جرم میں نہایت اہانت اور ذلت کے ساتھ قتل کرایا، اور ارتداد بھی اس درجہ کا قرار دیا گیا کہ توبہ سے بھی ان کو خدائی سزا سے محفوظ نہ کر سکی۔ بلکہ توبہ کی مقبولیت بھی اسی صابرانہ مقبولیت پر مرتب ہوئی۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا ہے۔ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا لیکن معلوم ہونا چاہئیے کہ پہلی اُمتوں کو جن شرائع اور احکام کی ہدایت کی گئی ہے قرآن نے ان کو نقل کیا ہے۔ وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ان کی اقتدا کرنے کا امر ہم کو بھی ہے جب تک کہ خاص طور پر ہمارے پیغمبرؐ یا ہماری کتاب اس حکم سے علیحدہ نہ کرے۔

(ازالشہاب للعلامہ شبیر احمد عثمانیؒ صفحہ ۲۹)

شریعتِ اسلامی کا مسلمہ اُصول

سابقہ شریعتوں کے جو احکام قرآن پاک میں ذکر کئے گئے ہیں اگر ان کو نقل فرمانے کے بعد کسی قسم کی کوئی نکیر نہیں فرمائی تو ان احکام کی اتباع امتِ محمدیہؐ پر واجب اور ضروری ہے اور جن احکام کو ذکر کے ساتھ اس کی تردید کی ہے ان کی اتباع ہم پر واجب نہیں بلکہ ان پر عمل کرنا حرام ہے۔

اصول فقہ کی مشہور کتاب نورالانوار میں ہے:

وشرائع من قبلنا تلزمنا۔ اذا قص الله و رسوله من غیر نکیر (الی قوله) فکذا اذا قص الله علینا ثم انکروا علینا بعد نقل القصة صریحًا بان لا تفعلوا مثل ذلك او دلالة (الی قوله)

(یحرم علینا العمل به الخ نورالانوار صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ:۔ پہلی شریعتوں کے واقعات جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے ذکر کرنے کے بعد اس پر نکیر نہ کی ہو۔ ان پر عمل لازم ہے اور اسی طرح جب اللہ نے ان کا ذکر کیا ہو اور پھر اس پر نکیر فرمائی خواہ وہ نکیر صراحتاً ہو یا دلالۃً ہو تو اس وقت اس پر عمل کرنا حرام ہے

جیسا کہ تورات میں قتل اور زخموں کے قصاص کے بارے میں ہے اور تورات کے ان ہی احکامات کو اللہ پاک نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور ان کی اتباع ہم پر بھی واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی قوم کی سزا کو اللہ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔ لہذا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا حکم ہے جس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اور انکار کرنا کفر ہے۔

۳۔ سورہ نحل میں ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اس کے ساتھ کفر کرے مگر یہ کہ اس پر جبر کیا جائے اور وہ مجبوراً (محض زبان سے کلمہ کفر کہہ دے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر قائم ہو (تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے) لیکن جو شخص کشادہ دلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑا عذاب دیا جائیگا۔

قرآن کریم کے ان تین حوالوں سے مرتد کی سزا کی وضاحت ہو گئی۔

قتل ارتداد اور احادیث

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے دین (اسلام) کو تبدیل کر دے۔ اسے قتل کر دو۔ الخ

(ترمذی شریف صفحہ ۲۳۰ طبع کراچی و صحیح بخاری شریف)

یہ حدیث حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت خالد بن ولیدؓ اور متعدد دوسرے صحابہؓ سے بھی مروی ہے اور تمام معتبر کتب حدیث میں موجود ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ

میں اللہ کا رسول ہوں حلال نہیں ہے مگر تین صورتوں میں ایک تو شادی شدہ زانی دوسرے قصاص میں اور تیسرا اس شخص کو جو اپنے دین (اسلام) یعنی مسلمانوں کی جماعت چھوڑ دے الخ (ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۵۹۸ طبع کانپور)

سلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان ہو اور شہادت دیتا ہو۔ اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین جرائم کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں ۱۔ ایک یہ کہ قتل میں قصاص کا مستحق ہو گیا ہو دوسرے یہ کہ شادی شدہ ہو کر زنا کا ارتکاب کیا ہو۔ تیسرے یہ کہ دین کو چھوڑ دے۔

بخاری شریف کتاب الدیات۔ مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص ابو داؤد کتاب الحدود۔ میں یہ روایت منقول ہے۔

اس مضمون کی روایت حضرت عائشہؓ سے نسائی اور حضرت عثمانؓ سے بھی نسائی شریف میں منقول ہے۔

سلہ تاریخ کی تمام معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ اسی مضمون کی حدیث حضرت عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر ہزاروں آدمیوں کے سامنے اس وقت بیان کی تھی جب کہ باغی آپؓ کے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اور آپؓ کے قتل کے درپے تھے۔ باغیوں کے مقابلے میں آپؓ کے استدلال کی بنیاد یہ تھی کہ اس حدیث کی رو سے تین جرائم کے سوا کسی چوتھے جرم میں ایک مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں اور میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ لہذا مجھے قتل کر کے تم لوگ خود مجرم قرار پاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث حضرت عثمانؓ کے حق میں دلیل بن رہی تھی اگر یہ امر ذرا برابر بھی مشتبہ ہوتا کہ حدیث صحیح ہے کہ نہیں تو سینکڑوں آوازیں بلند ہو جاتیں کہ آپؓ کا بیان غلط ہے یا مشکوک ہے، لیکن باغیوں کی پوری جماعت میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔

ھ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ پر حضورؐ نے یمن کا علاقہ تقسیم کر دیا تھا۔ دونوں اپنے اپنے حلقے میں کام کرتے تھے۔

حضرت معاذؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس بغرض ملاقات تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس بندھا کھڑا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہے یعنی پہلے یہودیت سے اسلام لایا پھر یہودی بن گیا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے معاذؓ سے کہا، تشریف رکھیے۔ انھوں نے فرمایا نہیں میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ قتل نہ کر دیا جائے۔ تین مرتبہ یہی گفتگو فرمائی۔ معاذ بن جبلؓ نے فرمایا۔ قضاء اللّٰہ ورسولہ یعنی یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔

(صحیح بخاری شریف)

یاد رہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کی حیات طیبہ میں پیش آیا۔ اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آپؐ کے گورنر کی حیثیت سے ایک علاقہ کے حاکم تھے اور حضرت معاذؓ بھی یمن کے اس حصہ کے حاکم تھے اگر ان کا یہ فعل اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ پر مبنی نہ ہوتا تو یقیناً حضورؐ اس پر باز پرس فرماتے۔

لہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (جب کوفے کے جج تھے) ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن یہاں ایک قوم ہے جو مسیلمہ کا قرآن پڑھتی ہے تو حضرت عبداللہ نے کہا اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی کتاب اور اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کوئی رسول ہے؟ اسلام پھیلنے کے بعد تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو بھیجا، وہ ان کے پاس آئے تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم وہ ایک گھر میں مسیلمہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور ان کے پاس مسیلمہ کی کتاب ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت قرظہ بن کعب انصاری کو حکم دیا کہ آپ جا کر ان کے گھر کا محاصرہ کریں اور جو بھی اس میں ہو اس کو پکڑ کر لائیں تو حضرت

قرظہ نے ایسے ہی کیا اور ۸۰ آدمیوں کو پکڑ کر لائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، ہلاکت ہو تم پر، کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ اور اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کوئی رسول ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم توبہ کرتے ہیں، پس ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کو شام بھیج دیا۔ علاوہ ان کے سردار ابن النواحہ کے اس نے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرظہ سے کہا کہ اس کی گردن مار دے اور اس کے سر کو اس کی ماں کی گود میں ڈالدے۔ میں نے اس کو اور اس کے فعل کو دیکھا تو حضرت قرظہ نے اسی طرح کیا۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا ابن النواحہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا شخص وحجر بن وثال میں شریک تھا۔ (ابن اس وقت حاضر تھا) آنحضورؐ نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں؟ ان دونوں نے جواب دیا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ اس وقت سے یہ سنت جاری ہے کہ قاصد یعنی سفیر کو قتل نہیں کیا جاتا۔ امام حاکم فرماتے ہیں صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو۔
مستدرک $\frac{\text{ص ۵۳}}{\text{ج ۴}}$ تقریباً اسی مفہوم کے
ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فیصلہ
سنن الکبریٰ $\frac{\text{ص ۲۶}}{\text{ج ۸}}$ اور ابو داؤد شریف
$\frac{\text{ص ۲۴۳}}{\text{ج ۱}}$ پر بھی منقول ہے۔

۸ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مرتدین کی ایک جماعت کو جو اہل عراق میں سے تھی پکڑا اور حضرت عثمانؓ (جو اس وقت خلیفۃ المسلمین تھے) ان کی طرف ان کے بارے میں لکھا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ تو امیر المومنین نے جواب لکھا۔ ان پر دین حق اور کلمہ شہادت پیش کریں اگر قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دیں اگر قبول نہ کریں (یعنی دوبارہ مسلمان نہ ہوں) تو ان کو قتل کر دیں۔

(ع ب ق) کنز العمال $\frac{\text{ص ۲۸}}{\text{ج ۱}}$ وطحاوی شریف

خلافت راشدہ کے نظائر

۱ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک عورت، جس کا نام اُم قرفہ تھا اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئی حضرت ابو بکرؓ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا مگر اس نے توبہ نہ کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے قتل کرا دیا۔

(دار قطنی بیہقی)

۲ حضرت عمرو بن عاصؓ حاکم مصر نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص ایمان لایا تھا پھر یہ کافر ہو گیا۔ پھر اسلام لایا پھر کافر ہو گیا۔ یہ فعل وہ کئی مرتبہ کر چکا ہے۔ اب اس کا اسلام قبول کیا جائے یا نہیں حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جب تک اللہ اس سے اسلام قبول کرتا ہے تم بھی کیے جاؤ اس کے سامنے اسلام پیش کرو مان لے تو چھوڑ دو ورنہ گردن مار دو۔

(کنز العمال)

۳ حضرت علیؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک گروہ عیسائی سے مسلمان ہوا پھر عیسائی ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو گرفتار کروا کر اپنے سامنے بلوایا اور حقیقت حال دریافت کی، انھوں نے کہا کہ ہم عیسائی تھے پھر ہمیں یہ اختیار دیا گیا کہ عیسائی رہیں یا مسلمان ہو جائیں۔ ہم نے اسلام اختیار کر لیا مگر اب ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے سابق دین سے افضل کوئی دین نہیں ہے لہذا اب ہم عیسائی ہو گئے ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ کے حکم سے یہ لوگ قتل کر دیئے گئے۔ ان کے بال بچے غلام بنا دیئے گئے۔

(طحاوی شریف کتاب السیر)

قرآن اور احادیث مبارکہ سے یہ چند نظیریں بطور مثال کے پیش کی ہیں (ورنہ اگر ذخیرہ حدیث سے ان فیصلوں کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے) جن سے وضاحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ آنحضورؐ

اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں جو واقعہ بھی ارتداد کا پیش آیا اس کی سزا قتل ہی دی گئی ہے۔ ان میں سے کسی واقعہ میں بھی نفس ارتداد کے سوا کسی دوسرے جرم کی شمولیت ثابت نہیں جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ قتل کی سزا اس جرم پر دی گئی تھی نہ کہ ارتداد پر۔

مرتدین کے خلاف خلیفہ اوّل

حضرات صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلے اجماع مسئلہ ختم نبوتؐ پر اور اس کے منکر مرتد واجب القتل ہونے پر ہوا۔

اسلامی تاریخ میں یہ بات درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دعویٰ نبوت کیا اور بڑی جماعت اس کی پیرو ہو گئی اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلا مہم جہاد جو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت میں کیا ہے وہ اسی کی جماعت پر تھا۔ جمہور صحابہ مہاجرینؓ و انصارؓ نے اس کو محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے اور اس کی جماعت کو اس کی تصدیق کی بنا پر کافر سمجھا اور باجماع صحابہؓ و تابعینؒ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے اور یہی اسلام میں سب سے پہلا اجماع تھا۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد کی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا لیکن مسیلمہ کذاب اور اس کی پوری جماعت کے خلاف اعلان جہاد مرتد کے قتل کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

مرتدین کے نام خلیفہ اوّل کا فرمان

جو آپؓ نے عرب کے مختلف گوشوں میں مرتدین کے خلاف جہاد کے لئے ۱۱ فوجیں روانہ کرتے وقت ہر فوج کے کمانڈر کو لکھ دیا تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب البدایۃ النہایۃ میں یہ فرمان اس طرح نقل کیا ہے:

تم میں سے جن لوگوں نے شیطان کی پیروی قبول کی ہے اور اللہ سے بے خوف ہو کر کفر کی طرف ہو گئے ہیں ان کی اس حرکت کا حال مجھے معلوم ہوا اب میں فلاں شخص کو مہاجرین و انصار اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے اور اسے ہدایت کر دی ہے کہ ایمان کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے۔ اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیئے بغیر کسی کو قتل نہ کرے، پس جو شخص اس دعوت الی اللہ کو قبول کر لے گا اور اقرار کرنے کے بعد اپنا عمل درست رکھے گا اس کے اقرار کو وہ قبول کرے گا اور اسے راہ راست پر چلنے میں مدد دے گا، اور جو انکار کرے گا وہ اس سے لڑے گا یہاں تک اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ انکار کرنے والوں میں سے جن پر وہ قابو پائے اسے زندہ نہ چھوڑے۔ ان کی بستیوں کو جلا دے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دے۔ اس کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے۔ پس جو اس حکم کی اتباع کرے گا۔ وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور جو اس کو ترک کرے گا وہ اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا۔ اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ اس پیغام کو تمہارے ہر مجمع میں سنا دے اور یہ کہ اسلام قبول کرنے کی علامت اذان ہے، جہاں سے اذان کی آواز آئے اس بستی سے تعرض نہ کرو۔ اور جہاں سے یہ آواز نہیں آئے اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھو کہ وہ کیوں اذان نہیں دیتے اگر وہ انکار کرے تو ان پر ٹوٹ پڑو اور اقرار کریں تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جس کے وہ مستحق ہیں۔ الخ ملاحظہ ہو البدایہ ج ۶ ص ۳۱۶

دوسرے مدعیان نبوت اور سلف صالحین کا ان کے ساتھ برتاؤ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امت میں سے بہت سے کذاب لوگوں نے نبوت کا دعویٰ

کیا مگر صحابہؓ تابعینؒ اور ان کے بعد تمام خلفائے اسلام
نے اور تمام اہل اسلام نے ہمیشہ ہر قرن اور ہر شہر میں
ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ایک مرتد کے ساتھ ہونا چاہیئے
عا چنانچہ اسود عنسی نے آنحضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد مبارک میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ آپ کے
حکم سے صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا جن
کے مختصر واقعات درج ذیل ہیں۔
عا۲ امام بیہقی کتاب المحاسن و المساوی میں نقل
فرماتے ہیں کہ طلیحہ نامی ایک شخص نے صدیق اکبرؓ
کے خلافت کے دور میں نبوت کا دعویٰ کیا۔
حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولید کو اس کے قتل
کے لئے بھیجا مگر وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ ہاتھ نہ
آسکا اور صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد خود بخود
مسلمان ہو گیا۔ (کتاب المحاسن ج ا ص ۹۴)
عا۳ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں
حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو
خلیفہ نے علمائے وقت کے (جو صحابہؓ اور تابعین
تھے) متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کر دیا اور سولی پہ
چڑھا دیا۔ قاضی عیاض شفا میں اس واقعہ کو نقل کر
کے لکھتے ہیں۔ اور بہت سے خلفائے سلاطین نے
ان جیسے مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا ہی معاملہ
کیا اور اس زمانہ کے علماء نے اس کے اس فعل
کے درست ہونے پر اجماع کیا اور جو شخص ایسے
مدعیان نبوت کی تکفیر میں خلاف کرے وہ خود کافر
ہے۔ (شفا قاضی بحوالہ ختم نبوت کامل
مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص۲۳۱)
عا۴ خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے عہد خلافت میں بھی ایک شخص
نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نوح علیہ السلام
ہوں کیونکہ عمر نوحؑ کے ایک ہزار سال پورے
ہونے میں ۵۰ (پچاس) سال کی کمی باقی رہی تھی
جس کے پورا کر لے کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے
بھیجا ہے۔ اور کہا کہ قرآن عزیز میں بھی اس کی
تصدیق موجود ہے۔ "الف سنۃ الا خمسین عاما" یعنی
نوحؑ دنیا میں پچاس سال کم ایک ہزار سال زندہ
رہے۔ ہارون الرشید نے علماء کے فتوے بحکم ارتداد
اس کی گردن مار دی اور عبرت کے لئے سولی پر لٹکا
دیا۔ (کتاب المحاسن والمساوی للبیہقی ج ا ص ۹۴)
عا۵ مامون الرشید کے سامنے ایک بار دس مدعیان
نبوت پکڑ کر لائے گئے۔ ایک ساتھ قصر خلافت میں
آتے وقت جب وہ ایک راستہ میں تمکنت کی شان
سے گذر رہے تھے، کیونکہ سب تعلیم یافتہ اور شائستہ
صورت کے لوگ تھے تو ایک طفیلی جو دعوتوں میں بے
بلائے جا کے پیٹ بھرنے کا عادی تھا، کو دھوکہ ہوا
کہ یہ لوگ کہیں دعوت میں جا رہے ہیں اور ان کے
غول میں مل گیا، مامون کے سامنے جب یہ لوگ پہنچے
تو سب لوگ متحیر تھے کہ یہ دس سے گیارہ کیوں کر
ہو گئے جب تصدیق کے بعد ان کے قتل کا حکم ہوا
تو وہ طفیلی گھبرایا کہ میں تو یہ سمجھا کہ ان کے ساتھ
ہو لیا تھا کہ کسی امیر کے ہاں دعوت میں جا
رہے ہیں، ورنہ مجھے دعویٰ نبوت سے کیا تعلق۔
علاقہ کے تمام حاضرین سن کر ہنس پڑے اور مامون
بھی مارے ہنسی کے لوٹ گیا۔ آخر تمام مدعیان نبوت
موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔
(تلبیس و ابلیس، ج ۲ ص ۲۴۳)
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بہت
سے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا لیکن پوری امت میں
سب کے ساتھ سوائے قتل کے کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ جن
کی چند مثالیں ذکر کر دی گئی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں
مدعیان نبوت کا احاطہ ممکن نہیں جو صاحب امت میں مدعیانِ
نبوت کی تفصیل دیکھنا چاہیں وہ "تلبیس ابلیس"، مصنفہ مولانا
ابوالقاسم دلاوریؒ کا مطالعہ فرمائیں جس میں نبوت کا دعوے کرنے
والوں کے تمام حالات اور ان کا انجام درج ہے۔

قتل مرتد پر ائمۃ المسلمین کا اجماع

کسی مسئلہ کی جزئیات میں مذاہب اربعہ کے درمیان خواہ کتنا ہی اختلاف ہو بہر حال بجائے خود یہ مسئلہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ فقہ کے چاروں مذاہب میں متفق علیہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے۔ یا زندیق ہو اس کا قتل واجب ہے اور زندیق وہ ہے جو اندرونی کفر کے باوجود اسلام سے مظاہرہ کرتا رہے۔

(ملاحظہ ہو میزان کبریٰ، مذاہب کی تصریحات)

حضرت امام مالکؒ کا مذہب :

حضرت امام مالکؒ کی کتاب مؤطا میں ہے۔

زید بن اسلم سے مالکؒ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا دین بدل دے اس کی گردن مار دو۔ (ملاحظہ ہو مؤطا امام مالکؒ)

اس صراحت سے امام مالکؒ کے مذہب کی صراحت ہو گی کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ ہے کہ جو عاقل بالغ اسلام کے بعد کفر اختیار کرے اس سے تین دن تک توبہ کی مہلت دی جائے اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے، یہی رائے حسن بصریؒ امام زہریؒ ابراہیم نخعی مکحول، حماد، مالکؒ لیث، اوزاعیؒ، شافعیؒ اسحاق بن راہویہ کی ہے۔ ملاحظہ ہو (المغنی لابن قدامہ ج ۹)

امام شافعیؒ کا مذہب

حضرت امام شافعیؒ اپنی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا کبھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہوا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد سے فدیہ لیا جائے یا اس پر احسان کیا جائے، یا اس کو اپنے حال پر چھوڑا جائے۔

ملاحظہ ہو (کتاب الام صفحہ ۱۵۶ ج ۲)

ابوحنیفہؒ کا مذہب

مذہب حنفی کی تصریح امام طحاویؒ نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس طرح کی ہے۔ اسلام میں مرتد ہونے والے شخص کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا اسے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا نہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر امام اس سے توبہ کا مطالبہ کرے تو زیادہ بہتر ہے، پھر اگر وہ شخص توبہ کرے تو چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یہ رائے اختیار کی ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ توبہ کا مطالبہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ان کے نزدیک مرتد کی حیثیت کافر حربی کی سی ہے۔ جن حربی کافروں تک ہماری دعوت پہنچ چکی ہے ان کو جنگ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دینا غیر ضروری ہے البتہ جن کو دعوت نہ پہنچی ہو، ان پر حملہ آور ہونے سے پہلے حجت تمام کرنی چاہیئے۔

اسی طرح جو شخص اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے مرتد ہوا ہو اس کو پہلے سمجھا کر اسلام کی طرف واپس لانے کی کوشش کی جائے مگر جو شخص سوچ سمجھ کر اسلام سے نکلا ہو اسے توبہ کی دعوت دیئے بغیر قتل کر دیا جائے۔ امام ابو یوسفؒ کا بھی قول اس رائے کی تائید میں ہے چنانچہ وہ کتاب الاملاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں مرتد کو قتل کروں گا اور توبہ کا مطالبہ نہ کروں گا ہاں اگر وہ خود ہی جلدی کرکے توبہ کر لے تو میں اس سے چھوڑ دوں گا، اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دوں گا۔

(ملاحظہ ہو کتاب السیر بحث استتابہ المرتد ج ۱ ص ۱۴۳)

"مذہب حنفی کی مزید تصریحات" فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔

جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے (العیاذ باللہ) تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی شبہ میں مبتلا ہو اور ہم اس کا شبہ دور کر دیں تو اس کا شر ایک بدتر صورت (یعنی قتل کے بجائے ایک بہتر صورت (یعنی دوبارہ قبول اسلام) سے دفع ہو جائے مگر مشائخ فقہاءؒ کے قول کے مطابق اس کے سامنے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اسلام کی دعوت تو اس کو پہنچ

جلی۔ الخ

(ہدایہ، باب احکام المرتدین صفحہ ۶ ج ۲)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح القدیر شرح ہدایہ (صفحہ ۳۸۶ ج ۴)

فقہ حنفی کی مستند کتاب شامی میں ہے :

کہ جو شخص اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے حاکم اس پر استحباباً اسلام پیش کرے اور اس کو تین دن کی مہلت دے اگر اس کا کوئی شبہ ہو تو اس کو دور کیا جائے، اگر وہ اسلام قبول کرے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

(ملاحظہ ہو شامی صفحہ ۲۹۳ ج ۳)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب جس کو اورنگ زیب عالمگیرؒ نے علماء کی ایک بڑی جماعت سے تیار کروایا تھا "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔

کہ جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر کوئی اس کو شبہ ہو تو اس کو دور کیا جائے اور تین دن تک بند رکھا جائے، اگر اسلام قبول کرے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

(ملاحظہ ہو البحر الرائق صفحہ ۱۲۵ ج ۵)

فقہ حنفی کے مشہور مفتی علامہ کاسانیؒ صاحب بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں کہ :

مرتد کے قتل کرنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ مرتد کو تین دن بند رکھا جائے اگر وہ اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے۔

(ملاحظہ ہو بدائع صفحہ ۱۳۴ ج ۷)

علامہ ابن حزم ظاہری کا فتویٰ

علامہ اپنی مشہور کتاب میں تصنیف "المحلی" میں لکھتے ہیں کہ مرتد کا معاملہ اُمت میں مشہور ہے کوئی اس سے انکار پر قادر نہیں ہے مگر تمہارے لئے اس پر حجت ہے۔

ملاحظہ ہو المحلی صفحہ ۲۲۲ یعنی اتنا متفق علیہ ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں اور اگر کوئی ناسمجھ اس کا انکار کر بھی دے تو اس کے لئے حجت یعنی دلیل موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ خلفائے راشدین کے فیصلے ائمۃ المسلمینؒ کا اجماع پوری اُمت کا تعامل اس پر متفق ہے۔

قتل مرتد اور قیاس شرعی

مذکورہ بالا تفصیل میں قرآن و حدیث اجماع صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمۃ المسلمینؒ کے فیصلے سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہی ہے جبکہ قیاس شرعی اور عقل سلیم بھی مرتد کی سزا قتل کو مقتضی ہے۔

حافظ ابن القیمؒ مرتد کی سزا کو قیاس اور عقل سلیم کے موافق ہونے پر رقم طراز ہیں، خدا تعالیٰ نے کئی طرح کی سزائیں مقرر کی ہیں۔ اس میں قتل سب سے بڑے جرم کی سزا ہو سکتی ہے مثلاً کسی بے گناہ کو ہلاک کر دینا یا کسی عورت کی آبرو ریزی کرکے منہ کالا کرنا یا دین حق پر طعنہ کرنا اور اس سے پھر جانا اور قتل عمداً کی سزا قتل ہے تو دین برباد کرنے کی سزا بطریق اولیٰ قتل ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایک نفس کا ہلاک دین کی تباہی سے زیادہ تبیح نہیں ہے۔ پس اس شخص کا وجود دین حق پر طعن کرکے یا اس سے پھر جائے۔ مسلمانوں کی جماعت اندر بڑی خرابی کا باعث ہے جس کے باقی رکھنے میں کسی نیکی یا بہتری کی اُمید نہیں کی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر وہ طعن کرنے والا اپنی زبان کو روک لے اور اپنی شرارت سے باز رہے اور مسلمانوں کو دکھ نہ دے اور ذلیل وخوار اور خدا اور رسولؐ کے احکام کے سامنے پست ہو کر رہنا قبول کرلے، تو اس چند روزہ زندگی میں اس کے لئے گنجائش ہے۔

(اعلام الموقعین صفحہ ۲۱۸ ج ۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :

مرتد کا وجود مجسم فتنہ ہے جس سے کمزور اور سادہ لوح مسلمانوں کے خیالات میں تشویش اور ان کے جذبات میں تلاطم پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسلام نے ارتداد کے مہلک جراثیم کو تباہ کر ڈالنے کے لئے پوری قوت استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ بہتر ہے کہ مرتد کو اولاً سمجھاؤ اس کے شبہات کو ازالہ کرو اور اگر وہ خدا کی کھلی کھلی آیات دیکھنے اور

باقی صفحہ ۲۲ پر

ضبط و ترتیب : منظور احمد الحسینی

شب برات اور اس کے تقاضے

تقریر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

اس شب برات کے بارے میں جو کرنے کے کام ہیں وہ بھی اور جو نہیں کرنے کے کام ہیں وہ بھی ان کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے قلوب میں صحیح استعداد پیدا فرمائے۔ اپنے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان کو قبول بھی فرمائے۔

یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی خاص عنایت ہے کہ بعض مبارک اوقات کی محبت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایتیں ہر وقت انسان کے شامل حال رہتی ہیں لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ جمعہ میں اجتماع عام نمازوں سے زیادہ ہوتا ہے رمضان مبارک میں مسلمانوں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت اور مہینوں کے اور اسی طرح خاص اہمیت کی راتیں، ان میں ہماری رغبت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت عام راتوں کے، یہ بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بندوں پر خاص عنایت ہے کہ اس کی خصوصی عنایت اور مغفرت کے جو مواقع ہیں، یا عنایت اور مغفرت کے جو اسباب ہیں ان کی محبت زیادہ ڈال دی جاتی ہے اور یہ عنایت یوں ہے کہ شاید اسی راستے سے کسی کا کچھ کام بن جائے تو ہمیں حق تعالیٰ شانہٗ نے اس موقع پر رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی توقع رکھنی چاہیے لیکن اسی کے ساتھ دوسری بات بھی ذہن میں رکھو، تصویر کے دونوں پہلو سامنے رکھنے چاہئیں جس طرح خاص مقامات میں عبادات کا درجہ بڑھا ہوگا۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، کوئی شخص کنویں میں پیشاب کرے تو بہت بری بات ہے اگر کوئی شخص چاہ زمزم میں پیشاب کرے تو اس سے بدتر بات ہوگی۔ نعوذ باللہ۔ بلکہ کفر کے درجہ تک پہنچنے والی بات ہوگی۔ اگر کوئی شخص عام مسجدوں کی بےحرمتی کرے تو بہت بری بات ہوگی، لیکن خدانخواستہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ حرم شریف میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کرے" اور زیادہ بدترین بات ہے۔ آخر شب کا وقت جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وقت ہے اس وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بہت بڑا درجہ ہے اور اگر کوئی اس وقت بدکاری کرے یا چوری کرے تو اس کا بدترین ہونا ظاہر ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ یہ ساری باتیں میں نے سمجھانے کے لیے عرض کی ہیں کہ جن اوقات یا مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے ان مقامات میں یا اوقات میں گناہ کا درجہ بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور گناہ کرنا زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ اس پر ہمارے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا لطیفہ یاد آیا کہ جب حج پر گئے تھے تو شاہ عبدالقادر قدس سرہ بھی ساتھ تھے اور مدینہ طیبہ جاتے ہوئے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ کو (یہ اس وقت نوجوان اور پورے قافلے میں سب سے زیادہ کم عمر تھے) اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ کہہ کر (کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے) امیر قافلہ بنا دیا تھا تو ایک موقع پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ہاں مرغی پکائی گئی تھی اور شیخ اس وقت اتفاق سے موجود نہ تھے ان کی شرکت نہ ہو سکی۔ حضرت رائے پوریؒ نے معذرت کی کہ آپ اس کھانے میں تشریف فرما نہیں تھے۔ تو بے تکلفی سے شیخ نے فرمایا کہ حضرت آپ کو اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑے گا۔ شاہ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ حضرت ضرور معاوضہ ادا کریں گے۔ شیخ نے کہا کہ حضرت یہ بھی معلوم

ہونا چاہیے کہ یہاں کی ایک نیکی لاکھ نیکی کے برابر ہے تو ایک مرغی کی لاکھ مرغیاں بنتی ہیں چنانچہ حضرت رائے پوریؒ نے ساری عمر حضرت شیخ رح کا یہی قرض چکایا۔ وہیں سے خط لکھنے شروع کر دیئے کہ شیخ کی ایک لاکھ مرغی ہمارے ذمے واجب ہے اس کا انتظام کر رکھو۔ یہ تو میں نے لطیفہ عرض کر دیا کہ ایک مرغی کی لاکھ مرغیاں بنتی ہیں۔ حرم شریف میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کروگے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک لاکھ روپیہ پاؤ گے۔ وہاں ایک دوگانہ ادا کرو گے تو ایک لاکھ دوگانہ کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح عرض کر رہا ہوں کہ اگر خدانخواستہ کوئی الٹا چلے تو پھر تو بہت بری بات ہے اس کا گناہ بھی اتنا ہی سنگین ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ اور ایک بات ہے کہ آدمی نیکی چاہے تھوڑی کرے لیکن برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے۔ کیونکہ نیکی منافع کی چیز ہے جتنا کما لوگے اتنا تمہارا زرمبادلہ بن جائے گا لوگ وطن سے سعودی عرب جا کر کماتے ہیں اور گھر والوں کو خرچ بھیجتے ہیں یا پیسے جمع کر کے لاتے ہیں یہ ہماری نیکیاں ہمارا زرمبادلہ ہے وہاں آخرت میں ملے گا۔ کسی نے زیادہ کمایا زیادہ ملے گا، کم کمایا تو کم ملے گا لیکن اگر برائیاں کروگے تو یہ بہت سنگین بات ہے نیکی تو چاہے تھوڑی کرو لیکن برائی سے بچنے کی زیادہ کوشش کرو۔ یہ دو باتیں ہوگئیں۔ میں غلطی پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں کی لوگ رعایت نہیں رکھتے۔ ایک تو یہ کہ نیکی کی رغبت ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔ عرض کر رہا ہوں کہ نیکی زرمبادلہ ہے جتنی زیادہ آدمی نیکی کرے اتنی کم ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما رہے تھے (بڑے نامور صحابی تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے مطلب اور ذوق کی باتیں فرمایا کرتے تھے ایک موقع پر فرمایا تھا" یا اباذر خفف الحمل فان العقبة كئود۔ ابوذر بوجھ ذرا تھوڑا اٹھانا اس لئے کہ گھاٹی بڑی دشوار گذار ہے۔ جس گھاٹی پر تمہیں چڑھنا ہے وہ بڑی دشوار گذار ہے ذرا بوجھ کم اور ہلکا رکھنا۔ وخذ الزاد فان السفر طويل۔ اور ذرا توشہ لے کر چلنا اس لئے کہ سفر بڑا لمبا ہے۔ واخلص العمل فان الناقد بصير اور عمل ذرا کھرا کر کے چلنا اس لئے کہ پرکھنے والا بہت سمجھ رکھنے والا ہے اسکی نظر بڑی باریک ہے اگر کھوٹ ملا ہوا ہوگا تو نکال دیا جائے گا وہاں کھوٹ نہیں چلتا۔ اور ہمیں ہر چیز میں ملاوٹ کی عادت ہے اور اخلاص کے معنی یہی ہیں ملاوٹ نہ کرنا یعنی اپنے عمل میں ملاوٹ مت کرو خالص اللہ کی ذات کے لئے کرو۔ عمل بھی خالص ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہو۔ لوگوں کو دکھانے یا دعاؤں کے لئے یا مخلوق کی خاطر نہ ہو۔ خیر یہ بات درمیان میں آگئی میں عرض کر رہا ہوں کہ نیکی ضرور کرنا چاہیے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ توشہ لے کر چلو اس لیے کہ سفر بہت لمبا ہے لیکن ہم لوگوں کو نیکی کرنے کی طرف جتنی رغبت ہے اتنا برائی سے بچنے کا اہتمام نہیں یہ ایک عجیب بات ہے میں تو اپنی بات کر رہا ہوں آپ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ اپنے طور پر اپنی حالت پر غور کر لیجئے عام ذوق یہ ہے کہ نیکی کی طرف تو رغبت بہت ہوتی ہے لیکن برائی سے بچنے کا اہتمام کم ہے ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی فرمایا وجہ اس کی یہ ہے کہ نیکی اس میں نفس اپنا کچھ حصہ لگا لیتا ہے۔ کم از کم لذت ہی سہی۔ یا یوں خیال کر لیا جاتا ہے کہ تم اب اچھے آدمی بن گئے ہو کہ نیکی کا کام کرتے ہو۔ اپنا کچھ نہ کچھ حصہ نفس ضرور لگا لیتا ہے اس لیے نیکی پہ لگنا تو اس کے لیے ہے آسان۔ لیکن برائی چھوڑنے میں کوئی لذت نہیں نہ کسی کو پتہ چلے کہ اس نے برائی چھوڑی، نہ اس میں ریاکاری چل سکے اور نہ کچھ نفس کو لذت آ سکے، نیکی ایک وجودی یعنی کرنے کا کام ہے کوئی کرے گا تو دوسرا بھی دیکھے گا ریاکاری کا بھی احتمال، خود اپنے نفس کو بھی لذت۔ اس لیے نیکی کرنے کی طرف تو نفس کو رغبت ہوتی ہے مگر برائی اور بدی چھوڑنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں لذت نہیں ہوتی، تو میں نے کہا،

ایک یہ کہ نیکی کا اہتمام چاہے تھوڑا کرو لیکن بدی سے بچنے کا اہتمام زیادہ کرو اور دوسری بات یہ کہ خصوصیت کے ساتھ مقدس مقامات میں مقدس اوقات میں بدی کے کرنے سے اور زیادہ ڈرو۔ چنانچہ جمعہ کے دن اور عصر کے بعد کا وقت بہت ہی زیادہ مبارک وقت ہوتا ہے اس وقت میں بدی کا ارتکاب بہت بری بات ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی مبارک کا مہینہ بہت ہی مبارک وقت، میرے پاس آج اکثر خطوط رمضان المبارک کے مسائل کے متعلق آرہے ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ روزہ رکھ کر اگر غلطی کا انا

سن لیا جائے تو اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا ہے۔ رمضان المبارک کی تقریریں تو رمضان المبارک میں ہوں گی یہ درمیان میں ایک مثال کے طور پر بات آ گئی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا ہوگا۔ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للہ حاجة ان یدع طعامه وشرابه۔ جو شخص غلط کاری اور غلط بات کو نہیں چھوڑتا روزہ رکھنے کے باوجود، تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں، کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اسی طرح یہ شب برأت کی ساعت اور اوقات ہیں ان میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور مجھے ان پٹاخوں سے شدید تکلیف ہو رہی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کار ثواب ہے، یا یوں سمجھتے ہوں گے نہ ثواب ہے نہ گناہ ہے۔ لیکن میں عرض دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لیے کم از کم یہ معلوم کر لیجئے کہ یہ گناہ ہے اگر یہ رات مبارک ہے تو جس طرح اس رات میں نیکی کرنے کا درجہ زیادہ ہے اسی طرح برائی کرنے کا جرم بھی زیادہ ہے۔ اس لیے اس رات میں پٹاخے بجانا، آتش بازی کرنا یہ بہت ہی زیادہ سنگین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطا فرمائے۔ تو یہ ایک بات میں نے عرض کی یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ مبارک اوقات کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا ہمیں شکر کرنا چاہیے اور ساتھ کے ساتھ توقع اور امید بھی رکھنی چاہیے کہ جب یہ اللہ تعالیٰ نے یہ عنایت اور توفیق ہم پر فرمائی ہے، تو انشاء اللہ اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور ہمیں اپنی رحمت کا مورد بھی بنائیں گے (انشاء اللہ)

دوسری بات حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور یوں پکارتے ہیں هل من مستغفر فاغفرله کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کر دوں۔ هل من مسترزق فارزقه کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں هل من مبتلی فاعافیه کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے جو اس مصیبت سے بچنے کی درخواست کرے اس کو عطا کروں الا من کذا، الا من کذا کیا کوئی فلاں قسم کا آدمی ہے، فلاں قسم کا آدمی ہے۔ ایک ایک ضرورت کا نام لے کر اللہ میاں پکارتے ہیں۔ تو اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں ایک تو جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو نماز پڑھنا سب سے افضل ہے بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گزار سکتے ہو گزارو۔ باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ۔ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو۔ تو ایک جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گزارا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ رات مانگنے کی ہے کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے۔ مانگا کیا جائے اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے مختصر سی اس کی تشریح کر دیتا ہوں۔

مانگیں کی تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمادی ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور تیسرے اللہ سے عافیت مانگو۔ لیجیے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں۔ جتنا چاہے کھولو اور لو۔ فرمایا ایک اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو "مغفرت" بھائی مغفرت کے معنی ڈھانکنے کے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اندر جو کچھ ہے، ابھی چھیل دو تو خون نکلنے لگے گا۔ اور اگر خدانخواستہ پیٹ میں سوراخ ہو جائے پھر جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس حسین جمیل چمڑے کا پردہ ڈال دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ پاک سے پاک مجلسوں میں اور معزز مجلسوں میں ہم بیٹھتے ہیں۔ لیکن جو گندگیاں ہمارے اندر چھپی ہوئی ہیں وہ اس پردے کی وجہ سے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتیں خدانخواستہ ہماری گندگیاں ظاہر ہونے لگیں تو ہم کسی شریف محفل میں بیٹھنے کے لائق نہ ہوتے یہ تو ظاہری چمڑے کی بات کر رہا ہوں اور بالکل اسی طرح معنوی طور پر ہمارے اندر جو قصور، لغزشیں، خطائیں ہیں جو جرائم جو گناہ ہم نے کئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو فاش نہیں فرماتے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ستاری فرما رکھی ہے۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی کی خدمت میں ایک چور لایا گیا حکم فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو کہ شریعت کا حکم ہے۔ چور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا کہ امیر المومنین میں نے پہلی دفعہ چوری کی ہے آپ اس دفعہ تو

مجھے معاف کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کے دشمن تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کریم ہے کہ پہلی بار آدمی کو پکڑوا دیں یہ اُس کے کرم سے بعید ہے۔ جن لوگوں کے پردے فاش ہوجاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے جری بن جاتے ہیں۔ ؎

ہم مشو مغرور از علم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اں اللہ کے علم اور اس کی ستاری سے مغرور نہ ہوجاؤ دھوکہ نہ کھا جاؤ اس لیے کہ دیر سے پکڑیں لیکن جب پکڑیں گے تو سخت پکڑیں گے۔ عرض کر رہا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا مطالعہ کرکے ایکسرے کرے اس کے چمڑے کے نیچے اندر کرید کر دیکھو تو نجاست ہی نجاست بھری ہوئی ہے۔ یہ اوپر جو ہم پر اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ پڑا ہوا ہے ورنہ ہمارے گناہ کوئی کرید کر دیکھے تو ہمارے وساوس خیالات اندرونی جذبات تو اندر نجاست ہی نجاست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ ہم پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اگر کوئی جری ہوجاتا ہے تو تھوڑا سا پردہ اُٹھا دیتے ہیں۔ اس کو اپنی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے کہ تو ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی پردہ پوش اور ستار ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ کے۔

کہ ع گناہ ببیند و پردہ پوشد بحلم

گناہوں کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے حلم کے ساتھ پردہ ڈالتا ہے۔ خدا کے سوا تم نے کوئی ایسا دیکھا کہ اس کے سامنے تم اس کا قصور کرو اور وہ تمہیں رسوا کرنے پر بھی قادر ہو اور رسوا نہ کرے تم سے انتقام لینے پر قادر ہو اور انتقام نہ لے۔ اللہ کی شان رحیمی و کریمی ستاری و غفاری ہے کہ ہم سراپا قصور عیب ہیں گناہ کرتے ہیں مسلسل کرتے ہیں اور بے دھڑک بغیر جھجک اور بغیر و تفنے کے کرتے ہیں۔ لیکن اللہ میاں پردے ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ تم نادان ہو تمہیں لوگوں کے سامنے رسوا نہیں کرتا۔ یہ ہے اللہ کا پردہ ڈالنا اس پردہ ڈالنے کو مغفرت اور بخشش کہتے ہیں۔ اگر یہ پردہ دنیا ہی میں رہا اور آخرت میں پردہ اٹھا لیا گیا تو یہ بڑا ہوگی اور جب کہ اللہ رب العزت نے دنیا میں پردہ ڈال رکھا ہے۔

اور اسی طرح آخرت میں بھی پردہ ڈال دیا اور ہمارے عیوب کو مخلوق کے سامنے ظاہر نہیں فرمایا تو اس کو بخشش اور مغفرت کہتے ہیں۔ عیوب تو ہمارے ذاتی نقائص ہیں۔ وہ تو ہم سے جدا نہیں ہو سکتے جیسے ممکن نہیں ہے کہ انسان کے بدن کو چھیلو اور اندر سے خون وغیرہ نہ نکلے اسی طرح ہماری عبدیت اور بندگی کا تقاضا بھی ہے۔ کہ ہم سے لغزشیں خطائیں کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ یہ ہمارا لازمہ ذات ہے حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اس پر پردہ جیسے دنیا میں ڈال رہے ہیں آخرت میں بھی ڈال دیں تو اس کو مغفرت کہتے ہیں ایک تو اس بات اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگو۔ ایک بات یاد آگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا ہے۔ اللّٰھم لاتخزنی فانک بی عالم ولاتعذبنی فانک علیّ قادر۔

اے اللہ مجھے رسوا نہ کیجیے کیونکہ آپ مجھے جانتے رہے ہیں۔ اور مجھے عذاب اور سزا نہ دیجیے اس لیے کہ آپ مجھ پر قادر ہیں جب چاہیں دے سکتے ہیں آپ کی قدرت ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرماتے ہیں یامن لاتضرّہ الذنوب ولا ینقصہ المغفرۃ ھب لی ما لا ینقصک واغفرلی مالا یضرّک

اے وہ ذات جس کو بندوں کے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے اور جس کے خزانے میں مغفرت کوئی نقص اور کمی پیدا نہیں کرتی (اگر اللہ تعالیٰ سب مجرموں کو یک قلم بخش دیں تو کچھ نقصان بھی نہیں ہوا۔) مجھ کو وہ چیز عطا فرما دے جو آپ کے خزانوں میں کمی نہیں کرتا اور مجھ کو وہ چیز معاف فرما دے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی یعنی میرے گناہوں کو معاف فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو جیسے بھی مانگ سکتے ہو۔ اور یوں سمجھ کر مانگو وہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں۔ کسی اجنبی سے معاملہ نہیں ہو رہا اپنے سے ہو رہا ہے۔ اپنے سے مانگ رہے ہیں ہمارا کام ہی مانگنا ہے اور اس کا کام عطا کرنا ہے۔ بلبلا کر مانگو گڑگڑا کر مانگو امید کے ساتھ مانگو۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے کوئی بے ادبی واقعہ نہ ہو وہ ہمارے مالک اور خدا ہی ہیں پھر

خدا پر ناز ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے ایک تو بخشش مانگو اور جس کا خلاصہ میں نے عرض کر دیا کہ یااللہ دنیا اور آخرت میں ہمارے عیوب اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر فرماکر ہمیں رسوا نہ فرمائیے اللّٰھم انی اعوذ بک من خزی الدنیا و عذاب الآخرہ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے کیونکہ آخرت میں جس کو رسوا کریں گے اس کو عذاب دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ یااللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرماکر دنیا کی رسوائی اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچا لیجیے نہ دنیا میں ہمارا پردہ لوگوں میں فاش کیجیے اور نہ آخرت میں ہمارا پردہ اپنی مخلوق کے سامنے فاش کیجیے یااللہ ہماری بخشش فرمادیجیے۔ اور اگلے پچھلے چھوٹے بڑے جتنے گناہ ہیں اُن سب کی معافی مانگو اس طرح مانگو کہ گویا آج تو سارے قرضے بے باک کر کے جانا ہے آج سارا معاملہ نمٹا کے جانا ہے۔

دوسرا رزق مانگیں اَللّٰھمَّ مُتَرَزِقُ فَارْزُقہ۔ کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اس کو میں رزق دوں ۔ بھائی ہم تو رزق اسی روٹی پانی کو سمجھتے ہیں۔ اور اس میں لوگ پریشان بھی بہت ہیں۔ اپنی اپنی سمجھ اور اپنا اپنا خیال ہے تاہم جہاں تک تمہارا تصور جاسکتا ہے۔ وہاں تک رزق کے حدود پھیلے ہوئے ہیں دنیاوی یا اخروی جسم یا روح کی بقاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا فرمائے ہیں۔ اور جن پر انسان کی بقاء کا دارومدار ہے وہ ساری کی ساری چیزیں رزق کہلاتی ہے۔ روٹی پانی بھی اس میں داخل ہے یہ جسم کی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر رکھیں ہیں۔ یہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اور پھر ادر گرد جو چیزیں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ظاہری چیزیں بھی داخل ہیں۔ باطنی چیزیں بھی داخل ہیں۔ رزق کا لفظ ایسا جامع لفظ ہے کہ ہماری ضرورت کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے اور کہا یہ جارہا ہے۔ الا من مترزق فارزقہ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ اس کو رزق دوں ہماری سمجھ کیونکہ بہت ناقص ہے۔ تو الفاظ بھی ایسے گول مول سے استعمال کر لیے جاتے ہیں۔ جو ہمارے سامنے اہم چیزیں ہوں وہ تو ہم نام لے کر مانگ لیں کہ اے اللہ ہماری فلاں ضرورت ہے۔ وہ پوری کر دیجیے لیکن جب ہم ان چیزوں کو مانگ لیں تو اتنا ضرور کہدیں کہ یااللہ اس آپ کے رزق کی حدود جہاں تک پھیلی ہوئی ہیں ساری کی ساری چیزیں مانگتے ہیں تاکہ کوئی چیز بھی پیچھے نہ رہے حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بات چیت کرنے کے لئے تشریف لائے اس وقت حضرت عائشہ رضؓ کچھ دعا مانگ رہی تھیں۔ آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو بات کرنے کے لئے ایک طرف کر دیا اور بعد میں فرمایا عائشہ تم دعا مانگ رہی تھیں تمہیں اپنی دعا درمیان میں چھوڑ دینی پڑی تمہیں ایک جامع سی دعا بتا دیں یعنی چھوٹے الفاظ میں بہت بڑی دعا آجائے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا ضرور بتا دیکھیے فرمایا جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کرو اور بعد میں دعا کر لیا کرو "اللّٰھم انی اسألک من خیر ما سألک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واعوذ بک من شر ما استعاذ منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یااللہ میں آپ سے خیر کی تمام چیزیں مانگتی ہوں۔ جو آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں اور آپ سے شر کی ان تمام باتوں سے پناہ مانگتی ہوں۔ جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی ہے۔ لیجئے پیچھے کیا رہ گیا بھائی رزق مانگو اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو جب وہ خود بلوا رہے ہیں کہ آؤ مانگو لیجاؤ تو پھر کیوں نہ مانگیں جو آپ مانگ سکتے ہیں جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے مانگ لیں کوئی ضرورت ہو کوئی تقاضا ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ چیزیں کہاں مل سکتی ہے۔؟ مشکوٰۃ شریف، میں حدیث قدسی ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے تمہارے مرد تمہاری عورتیں تمہارے چھوٹے تمہارے بڑے تمہارے

انسان تمہارے جن وہ سارے کے سارے مل کر سب سے بدتر آدمی کی مثال بن جائیں اور میری نافرمانی کرنے لگیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر بھی نقصان نہیں ہو گا۔ اور اگر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے تمہارے مرد، عورت چھوٹے، بڑے، انسان، جن سارے مل کر تم میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی ہے اُس جیسے بن جائیں۔ تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر اضافہ نہیں ہوگا۔ (بھائی یہ تمہاری جمہوری گورنمنٹیں تھوڑی ہیں ووٹوں سے بنی ہوں وہ تو خدا کی خدائی ہے) اور تمہارے پہلے، پچھلے، مرد، عورت، چھوٹے بڑے انسان جن سارے مل کر جو کچھ کسی کے جی میں آئے وہ مجھ سے مانگنے لگیں اور میں اس کو دینے لگوں تو میرے خزانوں میں مچھر کے پر کے برابر کمی نہیں ہوگی۔ یہ خیال مت کرو کہ یہ چیز بہت بڑی ہے۔ کیا مانگیں گے۔ مادی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو معنوی نعمتیں مانگنے چاہتے ہو وہ بھی مانگ لو (لیکن محمود غزنوی رحؒ والی بات کیوں نہ کی جائے) دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور عرض کیا کہ میرے لیے دعا فرما دیجیے پوچھا کیا دعا کروانا چاہتے ہو عرض کیا یہ دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول کر لیا کریں کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں (یعنی سارا سمیٹ کر لے گئے کہ ایک آدھ کیا کروائیں جب دعا کروانی ہے تو ایسی کروائیں کہ ساری چیزیں آ جائیں) محمود غزنوی رحؒ سے لوگوں نے

ایاز کے بارے میں شکایت کی تھی کہ آپ ان کو بہت مانتے ہیں۔ محمود غزنوی رحؒ نے کہا اچھا۔ ایک مرتبہ اس نے ہیرے جواہرات بکھیر دیے اور کہا جو کوئی لوٹنا چاہے پالینا چاہے لے لے جب اذن عام گیا تو سارے اٹھ کر چیزیں لینے لگے۔ ایاز جہاں کھڑا وہاں کھڑا رہا محمود غزنوی رحؒ نے اُس سے کہا ایاز! تمہیں بھی اجازت ہے جو کچھ لینا چاہتے ہو لے لو انہوں نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا میں نے لے لیا ہے جب آپ نے خود کہا ہے جو چاہو لے لو میں نے تو بادشاہ ہی کو لے لیا۔

بھائی خدا سے چاہو گے ملے گا لیکن اگر خدا سے خود خدا ہی کو مانگ لو تو وہ نہیں ملے گا ضرور ملے گا۔ اور جس کو خدا ہی مل گیا تو پیچھے کیا رہ گیا۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں جو تمہارے جی میں آتا ہے زور اور قوت اور یقین کے ساتھ مانگو جائز مانگو ناجائز مت مانگو کوئی پابندی نہیں ہے ضرور ملے گا۔ خزانہ عام ہے اور جب وہ خود کہہ رہے ہیں۔ انشاء اللہ روکیں گے نہیں میں کہتا ہوں ساری چیزیں مانگ لو اور ایک چیز مانگنے کی نہ چھوڑ دینا وہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مانگو اللھم انی اسئلک رضاک یا اللہ میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں۔ اور وہ راضی ہو گئے ان کی رضا مل گئی تو سب کچھ مل گیا خدا کی قسم اس کی رضا کے بعد پھر پیچھے کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی اور خدانخواستہ نعوذ باللہ استغفر اللہ توبہ توبہ اگر اس کی رضا نصیب

نہیں ہوئی۔ اگر تخت سلیمانی بھی دے دیا جائے لغو اور لایعنی ہے اس کی رضا کے بغیر کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں تو دوسری چیزیں مانگنے کی رزق ہے۔ اور میں نے کہا کہ رزق کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اس میں سمٹ آتی ہیں۔ اور ان نعمتوں کا اصل الاصول ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ اور اللہ کی رضامندی مشروط ہے۔ ایمان اور اہل اللہ کی صحبت کی معیت کے ساتھ۔ اس لیے اللہ کی رضامندی مانگو تو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگو کہ یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایمان صحیح نصیب فرما، ایمان کامل نصیب فرما، تقویٰ نصیب فرما۔ اپنے نیک اور مقبول بندوں کا دنیا میں اور آخرت میں ساتھ نصیب فرما اور اُن کے نقش قدم پہ چلا۔ اللہ والوں کے ساتھ چلو گے تو اللہ تک ضرور پہنچو گے۔ بھائی جو راستہ جانتا ہو تم اُس کے ساتھ ہو لیے ہو جب اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہو گے۔ جب وہ پہنچیگا تم بھی پہنچ جاؤ گے اس لیے کہ وہ راستہ جانتا ہے۔ اور تم جانتے نہیں جب اُس کے ساتھ چلے وہ تو جانتا تھا پہنچ گیا، تم بھی ساتھ پہنچ گئے۔ حالانکہ تم جانتے نہیں تھے۔

ان اللہ کے ساتھ چلو گے اللہ والے تو اللہ تک پہنچیں گے۔ مگر تمہیں بھی ساتھ لے کر کے پہنچیں گے (انشاءاللہ) اور یہی راز ہے۔" اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم " یااللہ ہمیں چلا سیدھی راہ پر یعنی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا " یں صرف سیدھی راہ کی دعا نہیں سکھائی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی راہ بتائی ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔ جس راہ پر وہ چلے ہیں ان کی راہ پر چلو گے تو ممکن نہیں جہاں وہ پہنچے ہیں وہاں تم نہ پہنچو۔

میں عرض کر رہا ہوں اصل الاصول اور مقصد المقاصد غایۃ الغایات آخری اور جڑ کی چیز ہے۔ اللہ کی رضا۔ اور اسی کو فرمایا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اسی کو فرمایا ہے۔" یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک "۔ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا راضیۃ مرضیۃ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی " فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی " میرے بندوں داخل ہو جاؤ میرے جنت میں داخل ہو جا میرے بندے میری رضا کا مورد اور میری جنت میری رضا کا محل ۔ اور اللہ کی رضا کے لئے شرط ہے۔

اور تیسری چیز عافیت ہے۔ جس کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ عافیت کا معنی مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے حفاظت ۔ جیسے مصیبتیں ، بیماریاں ہیں دکھ درد پریشانیاں رنجش ۔ یہ ساری چیزیں جو انسان کو ناگوار گذرتی ہیں۔ ان سے بچا لینا اس کو عافیت کہتے ہیں ۔ اور پھر عافیت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو اور اللہ سے یہ مانگے کہ یااللہ مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی تکلیف اور کسی مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ یااللہ مجھے اس تکلیف سے بچانا اور اس سے حفاظت فرمانا حدیث میں ہے۔ الامن مبتلی فاعافیہ کیا ہے کوئی مبتلا کہ میں اسکو عافیت دوں معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مصیبت میں کسی تکلیف کسی رنج میں مبتلا ہو چکا ہے۔ وہ بھی مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا فرمائیں گے۔ اور اس کے ساتھ جو مصیبت ابھی نازل نہیں ہوئے ان سب سے اجمالی طور پر عافیت مانگے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو کہ یااللہ فلاں فتنے سے میری پناہ اور فلاں فلاں مصیبتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ سب سے اللہ کی پناہ میں آجاؤ سب سے بڑی دولت اللہ کی رضا مندی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عافیت ہے یہ رضا اور عافیت دو چیزیں جس کو مل گئیں تو سب کچھ مل گیا آنحضرت ؐ کے ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے۔ کہ عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جسکو آدمی مانگے اسلیئے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو جن پریشانیوں میں ہم مبتلا ہیں۔ ان سے بھی اور جن پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں ان سے بھی ۔ بس انہی معروضات پر ختم کرتا ہوں آپ حضرات دعا فرمائیں حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں ایمان صحیح نصیب فرمائے اپنی رضا نصیب فرمائے جاری بخشش فرمائے اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو کچھ مانگتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ نصیب فرمائے

توجہ فرمائیں

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں دشواری ہوگی ۔ شکریہ

بقیہ: مرتد کی سزا

واضح دلائل سننے کے بعد بھی اپنا معاندانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور اپنے ہوا اور ہوس پر یا اوہام باطلہ کی پیروی سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کی جماعت کو اس کے زہریلے وجود سے پاک کر دو کہ "تبین رشد من الغی" کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے مثلاً

ایک شخص گھوڑے سے گر پڑا ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ہڈی کے ریزے ادھر ادھر گھس جائیں تو سرجن کا کام یہ ہے کہ ہڈی کو جوڑے، زخم صاف کرے، پٹی باندھے اور مرہم لگائے لیکن اگر کسی تدبیر سے زخم مندمل نہ ہو سکے بلکہ اس کے بعد باقی ٹانگ کے بھی خراب اور مسموم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو کیا اس وقت اس سرجن کا مشفقانہ فرض نہیں ہو جاتا کہ وہ ٹانگ کے مسموم حصے کو کاٹ کر پھینک دے اور فاسد عضو بدن پر یہ مجبور کر رحم نہ کھائے کہ گھوڑے سے گرنا اور ٹانگ ٹوٹ جانا اور مریض کا زخم مندمل نہ ہوا اس کے اختیار میں نہیں تھا اس وقت سرجن کا فرض یہ دیکھنا نہیں کہ آیا مریض نے

اپنے اختیار سے مرض پیدا کیا ہے یا بے اختیاری طور پر پیدا ہو گیا ہے بلکہ اپنے اختیار کو دیکھتا ہے، جسے وہ مریض کا بقیہ اعضاء بدن کو بچانے کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ ارتداد ایک سخت زہریلا مادہ ہے جو جسم مسلم میں پھیلتا ہو جاتا ہے۔ خدائی سرجن اس کی تحلیل یا اخراج سے تھک جاتے ہیں تو عرب والے کہتے ہیں۔ آخر الحیل السیف کے قاعدے سے اس عضو فاسد کو کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔ کسی سخت آپریشن کا مشاہدہ کرنے سے بعض اوقات نازک دل مردیں یا بعض ضعیف القلب مرد بھی غش کھا کر گر پڑتے ہیں لیکن اگر کوئی کمزور دل ڈاکٹر اس سے متاثر ہو کر آپریشن چھوڑ بیٹھے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بڑا رحم دل ہے بلکہ کہا جائے گا کہ وہ اپنے منصب سے معزول کر دینے کے قابل ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے اس کی وضاحت قرآن و حدیث اجماع صحابہ کرامؓ، اجماع تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمۃ المسلمین اور مذاہب اربعہ کے تمام فقہا کی عبارات کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

بقیہ:۔ خصائل نبویؐ

فائدہ: کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو مقامی خصوصیت ہوگی مثلاً ان کے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہوں گے کہ دور سے بات سن لیتے ہوں گے یہی اقرب ہے۔

بقیہ: آپ کے مسائل

بھیجنے کا اعلان کیا اور اخراجات کارپوریشن دے گی اس سلسلہ میں وضاحت درکار ہے۔

(الف) کارپوریشن کے کوٹہ پر بذریعہ قرعہ اندازی کیا کوئی صاحب استطاعت درخواست دے سکتا ہے یا نہیں اس طرح وہ کسی دوسرے مستحق امیدوار کی حق تلفی کا مرتکب تو نہ ہوگا

ج:۔ اگر درخواست کارپوریشن کے قواعد کے مطابق ہے تو کوئی حق تلفی نہیں

(ب) کارپوریشن کی طرف سے حج کرنے کے بعد وہ ابھی بھی صاحب استطاعت ہے۔ کیا وہ فریضہ حج سے مبرا ہوگا یا ابھی بھی اس پر حج کرنا لازم رہے گا یعنی حج بدل شمار ہوگا یا فرض

ج:۔ حج فرض ادا ہو جائیگا دوبارہ حج فرض نہیں۔

(د) عام ادارے جو اپنے ملازمین کو حج پر بھیجتے ہیں اگر ادارے کا کاروبار سود پر ہو یعنی عالمی بنک یا ایشیائی بنک سے سود پر قرضہ لے کر کام رہا ہو تو ادارے کی طرف سے حج پر جانا جائز ہوگا یا نہیں۔

ج:۔ جس ادارے کا کاروبار ہی سود پر ہو اس کی تو ملازمت بھی جائز نہیں۔ اور اگر کاروبار تو سودی نہیں لیکن ادارے نے سودی قرض لے رکھے ہیں تو اس کی ملازمت بھی درست ہے۔ اور حج پر جانا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر ادارے کی رقم مشتبہ ہو تو الیا کیا جائے کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر حج کی رقم جمع کرا دی جائے۔ اور ادارے سے جو رقم ملے اس سے قرض ادا کر دیا جائے۔

WEEKLY **Khatme-Nubbuwat** KARACHI
Registered S. No. 3220

نذرِ عقیدت

حمید صدیقی لکھنوی

صبا میری نذرِ عقیدت لیے جا
سلام و پیام محبت لیے جا

گہر ہائے چشمِ بصیرت لیے جا
یہ غلطنے ہیں اشکِ ندامت لیے جا

نگاہوں کا جوشِ لطافت لیے جا
مرے دردِ دل کی امانت لیے جا

میری آرزوئیں، میری التجائیں
بدرگاہِ ختمِ رسالت لیے جا

بچھانا مدینے کی اک اک گلی میں
یہ گلہائے داغِ محبت لیے جا

سروکار کیا اس سے قلبِ حزیں کو
یہ جو کچھ ہے سامانِ راحت لیے جا

سکوں آبِ زمزم کے چھینٹوں سے ہوگا
مرے سوزِ دل کی حرارت لیے جا

ارادہ اگر ہے طوافِ حرم کا
مرے اشک بھی ابرِ رحمت لیے جا

طلب کی بشارت مجھے آکے دینا
مرا ذوق و شوقِ زیارت لیے جا

مدینہ کی صبحِ تجلّی کا صدقہ
سوادِ غمِ شامِ فرقت لیے جا

مرے دیدہ و دل کا اللہ مالک
مرے دیدہ و دل کی حسرت لیے جا

میں کیا قبۂ نور کے بعد دیکھوں
مری چشمِ نم کی بصارت لیے جا

حمیدِ حزیں کی طرف سے خدارا
لئے نذرِ نظمِ ارادت لیے جا